3rd Year

Unit - I

ھرقل وابوسفیان

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب نے انھیں خبر دی کہ ھرقل نے انھیں پیغام بھیجا جب وہ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ شام میں تجارت کرتے تھے۔ ایسے زمانے میں جب ابوسفیان اور قریش کے کافروں نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ مدت کے لیے ایک امن معاہدہ قائم کیا تھا۔ یہ لوگ ھرقل کے پاس آئے جبکہ وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں جمع تھے۔ ھرقل نے انھیں بلایا اور اس کے اردگرد روم کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ ھرقل نے ایک ترجمان کو بھی بلایا اور ان سے پوچھا: تم میں سے کون اس شخص کے سب سے زیادہ نزدیک ہے (رشتہ کے لحاظ سے) جو نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: میں نے کہا کہ میں سب سے زیادہ نزدیک ہوں۔ (ھرقل) نے کہا: اس کو اور اس کے ساتھیوں کو میرے نزدیک لاؤ۔ اور سب کو اپنے نزدیک لایا۔ پھر (ھرقل) نے اپنے ترجمہ نگار سے کہا: ان سے کہو کہ میں اس آدمی کے بارے میں سوالات پوچھنے والا ہوں۔ اگر انھوں نے جھوٹ بولا تو تم سب اُس (نبی) کو جھٹلانا۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) اللہ کی قسم اگر یہ شرمندگی نہ ہوتی کہ مجھے جھوٹا کہا جائے گا تو یقیناً میں جھوٹے جوابات دیتا۔ اس کے بعد پہلا سوال جو اس نے پوچھا: اس کا خاندان کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہمارے درمیان اچھے خاندان والا ہے۔ اس نے پوچھا: کیا اس سے پہلے کسی ایک نے بھی ایسی بات کہی؟ میں نے کہا: نہیں (ھرقل) نے پوچھا: کیا اس کے آباءواجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا بڑے بڑے لوگ اس کے اتباع کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ میں نے کہا: کمزور لوگ۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا ان کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: بے شک بڑھ رہی ہے۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے دین سے ناراض ہو کر واپس پلٹتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا تم نے اس بات سے پہلے (نبوت کا دعوی) کبھی بھی اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی؟ میں نے کہا: نہیں۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ میں نے کہا: جبکہ ہمارا اس کے ساتھ معاہدہ چل رہا ہے۔ جس میں اس نے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس بات (نبوت) کے بغیر اس میں کوئی اضافہ کرے۔ (ھرقل) نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کوئی جنگ کی؟ میں نے کہا: ہاں۔ (ھرقل) نے پوچھا: اس کے ساتھ تمہاری جنگوں کا کیا نتیجہ رہا؟ میں نے کہا: ہمارے درمیان ہوئی جنگوں میں کبھی وہ کامیاب رہا اور کبھی ہم۔ (ھرقل) نے پوچھا: وہ تم لوگوں کو کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے: ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان خداؤں کو چھوڑ دو جن کی عبادت تمہارے آباؤ واجداد کرتے تھے اور ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور رشتہ پروری کا حکم دیتا ہے۔ (ھرقل) نے اپنے ترجمہ نگار سے کہا: اس (ابوسفیان) سے کہہ دو کہ میں نے تم سے اس کے خاندان کے بارے میں سوال کیا تو تم نے کہا کہ وہ تمہارے درمیان اچھے خاندان والا ہے۔ اور ہر رسول اپنی

قوم کے اچھے خاندان سے آتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا تم سے کسی نے بھی اس سے پہلے یہ بات کہی ہے؟ تو تو نے کہا نہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی یہ بات پہلے کہی ہوتی تو میں کہتا کہ یہ آدمی کسی پرانی بات کی تائید کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ تھا، تو نے کہا نہیں، میں نے کہا کہ اگر اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے آباء کی بادشاہت واپس پانا چاہتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے تم لوگوں نے بھی بھی اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی، تو نے کہا نہیں، تو میں جان گیا کہ یہ شخص لوگوں کے سامنے جھوٹ رکھنے نہیں آیا ہے اور نہ ہی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولنے آیا ہے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا بڑے بڑے لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور لوگ، تو تم نے کہا کہ کمزور لوگ، اور وہ رسولوں کے پیروکار ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کا بھی یہی حال ہے جب تک مکمل ہو جائے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایک بھی ناراض ہو کر واپس پلٹتا ہے۔ تو نے کہا نہیں اور ایمان جب دل کی رضامندی کے ساتھ مل جائے تو واپس پلٹ کر نہیں آتا۔ پھر میں نے پوچھا: کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ تو تم نے کہا نہیں، اور رسول کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ پھر میں نے پوچھا: وہ تم کو کس بات کا حکم دیتا ہے، تو تم نے کہا کہ وہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، اور تم لوگوں کو بتوں کی عبادت سے روکتا ہے۔ اور تم لوگوں کو نماز، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ جو کچھ تم نے کہا اگر وہ سچ ہے تو عنقریب ہی وہ اس جگہ کا مالک بنے گا۔ مجھے آج تک یہ معلوم تھا کہ وہ باہر سے آیا ہے اور اس بات کا گمان نہیں تھا کہ وہ تمہارے درمیان کا ہی ہے۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں کچھ بھی کر کے اس سے ساتھ ملاقات کرتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھو کر پیتا۔

ذمّة الملك

بادشاہ کی امان

کہتے ہیں کہ لوگوں کے راستوں میں سے کسی ایک راستے پر گھنی جھاڑیوں میں ایک شیر رہتا تھا۔ اس کے تین ساتھی تھے، بھیڑیا، جنگلی کتا اور کوا۔ ایک دن تاجروں کی ایک جماعت اس راستے سے گزری تو ان کا ایک اونٹ پیچھے رہ گیا۔ وہ اونٹ جھاڑیوں میں داخل ہوا یہاں تک کہ شیر کے پاس پہنچ گیا۔ شیر نے اس سے کہا: تم کہاں سے آئے؟ اونٹ نے اس کو اپنا پورا معاملہ بتایا۔ شیر نے اس سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ (اونٹ نے) کہا: میں بادشاہ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ شیر نے کہا: اگر تم میرے صحبت میں رہنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ امن اور خوشحالی سے رہو۔

اب یہ اونٹ شیر کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ ایک دین شیر شکار کی تلاش میں نکلا تو راستے میں اُسے ہاتھی ملا۔ شیر نے ہاتھی کے ساتھ زبردست لڑائی کی۔ اس کے بعد شیر واپس آیا جبکہ اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا کیونکہ ہاتھی نے اس کو اپنے دانتوں سے بہت زخمی کیا تھا۔ شیر بہت کمزور ہو گیا اور اس میں شکار کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ اب بہت دنوں تک

بھیڑیا، جنگلی کتّا اور کوّا بھی بھوکے رہنے لگے کیونکہ ان کو شیر کے جھوٹے میں سے کچھ نہیں مل رہا تھا جس پر وہ زندہ رہتے اور ان کو بھوک اور شدید کمزوری نے گھیر لیا۔ شیر نے ان کی اس حالت کو پہچان لیا اور ان سے کہا: مجھے پتا ہے کہ آپ لوگوں کو کھانے کی پریشانی ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا: ہمیں اپنی فکر نہیں ہے جبکہ ہم بادشاہ کو ایسی حالت میں دیکھ رہے ہیں جو ہم برداشت نہیں کر سکتے اور ہم بادشاہ کی حالت سدھارنے کے لیے بھی کچھ نہیں کر پا رہے ہیں۔ شیر نے کہا: مجھے تم لوگوں کی محبت اور دوستی پر کوئی شک نہیں، لیکن اگر تم لوگوں کو استطاعت ہو تو پھیل جاؤ، شاید تم لوگوں کو کوئی شکار مل جائے۔ اسے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اپنے اور تمہارے لیے کوئی خبر حاصل کر سکوں۔

بھیڑیا، جنگلی کتّا اور کوّا شیر کے پاس سے واپس نکلے اور ایک کوشے میں جا کر مشورے کرنے لگے اور کہا: ہمارے اور اس گھاس کھانے والے اونٹ کا آپس میں کیا رشتہ ہے جس کا کوئی بھی معاملہ ہمارے ساتھ نہیں ملتا۔ کیوں نہ ہم شیر کو مشورہ دیں کہ وہ اس اونٹ کو کھائے اور ہمیں بھی اس کا گوشت کھلائے۔ جنگلی کتے نے کہا: اس بات کا تذکرہ ہم شیر کے سامنے نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے اونٹ کو پناہ دی ہے اور اس کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ کوے نے کہا: تم دونوں اپنی جگہ پہ ٹھہرو اور مجھے اور شیر کو اکیلا چھوڑ دو۔ کوّا شیر کے پاس چل دیا۔ جوں ہی شیر نے اس کو دیکھا تو اس نے کہا: کیا تم لوگوں کو کچھ ملا؟ کوے نے کہا: بے شک پاتا وہ ہے جس کو پانے کی چاہت ہو اور دیکھتا وہ ہے جس کی نظر ہو۔ لیکن بھوک کی وجہ سے ہمارے دیکھنے اور پانے کی چاہت ختم ہو چکی ہے۔ اب ہمیں ایک راستہ نظر آیا ہے اور ہم سب نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ اتفاق کریں تو ہم سب خوشحال رہیں گے۔

شیر نے کہا: وہ راستہ کیا ہے؟ کوے نے کہا: یہ گھاس کھانے والا اور زمین کی طرف جھکنے والا اونٹ ہمارے درمیان بغیر کسی مقصد کے رہ رہا ہے۔ شیر غصہ ہوا اور اس نے (کوے سے) کہا: تمہارے بُرا ہو، تمہاری بات کتنی غلط ہے، تمہاری رای کتنی تنگ ہے اور تم وفاداری اور رحم دلی سے کس قدر دور ہو۔ اور تمھیں میرے پاس ایسی بات لے کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اس اونٹ کو پناہ دی ہے اور اس کی ذمہ داری لی ہے۔ کیا تمہارے پاس یہ بات نہیں پہنچی ہے کوئی صدقہ کرنے والا چاہے کتنا ہی بڑا صدقہ کیوں نہ کرے، سب سے بڑے صدقہ کسی خوفزدہ نفس کو پناہ دینا اور کسی کے خون کی حفاظت کرنا ہے۔ چونکہ میں نے اس اونٹ کو پناہ دی ہے۔ لہٰذا میں اس کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ کوے نے کہا: میں جانتا ہوں جو بادشاہ کہہ رہے ہیں لیکن ایک اکیلی جان کو ایک گھر کی بھلائی کے لیے قربان کیا جا سکتا ہے، ایک گھر کو ایک قبیلے کی بھلائی کے لیے قربان کیا جا سکتا ہے، ایک قبیلے کو شہر کی بھلائی کے لیے قربان کیا جا سکتا ہے اور شہروں کو بادشاہ کی بھلائی کے لیے قربان کیا جا سکتا ہے اگر کبھی ضرورت آن پڑی۔ اور میں بادشاہ کو اس کی ذمہ داری سے دست بردار کرنے کا کوئی راستہ نکالوں گا جس سے آپ پر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے اور نہ ہی ایسا کوئی حکم دینا پڑے۔ بلکہ ہم کوئی ایسا بہانہ تلاش کریں گے جس سے بادشاہ کی وفاداری بھی قائم رہے اور ہمارا مقصد بھی پورا ہو۔ شیر خاموش ہوا۔ پھر کوّا اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور کہا: میں نے شیر کے ساتھ بات کی اور وہ مشکل سے راضی ہوا۔ اب ہم اونٹ کے لیے کونسا بہانہ بنائیں جبکہ شیر نے اس کا قتل کرنے یا ایسا

کوئی حکم دینے سے انکار کردیا۔اس کے دو ساتھیوں نے کہا: اس معاملے میں ہمیں تمہاری رای کی ہی امید ہے۔

کوے نے کہا: میرے رائے یہ ہے کہ ہم سب اور شیر اور اونٹ جمع ہو جائیں اور شیر کی حالت کا تذکرہ کریں اور جو کچھ بھوک اور کمزوری کی وجہ سے اس کا حال ہے اور ہم کہیں گے: بے شک آپ ہمارے محسن تھے۔لیکن آج ہم بدلے میں آپ کو کوئی خیر نہیں پہنچا پا رہے ہیں جس سے ہم بداخلاق اور احسان فراموش ثابت ہو رہے ہیں۔لیکن آو ہم سب شیر کے پاس جائیں اور اس کے احسانوں کا تذکرہ کریں اور جو کچھ ہم اس کی وجہ سے عیش وعشرت کے ساتھ رہتے تھے آج وہ ہمارے شکر اور وفاداری کا محتاج ہے اور اگر ہمیں اس کو کوئی فائدہ پہنچانے کی قدرت ہوتی تو ہم ضرور پہنچاتے۔اب چونکہ ہمیں ایسی استطاعت نہیں ہے لہذا ہمارے نفس اب شیر کے لیے حاضر ہیں۔اس کے بعد ہم میں سے ہر کوئی ایسے نفس کو شیر کے سامنے پیش کے گا اور کہے گا: اے بادشاہ تو مجھے کھا اور بھوک کی وجہ سے مت مر جا۔جب کہنے والا یہ کہے گا تو باقی لوگ اس کو جواب دیں گے اور کوئی بہانہ بنا کر اس کی بات کو رد کریں گے۔اس طرح وہ کہنے والا بھی سلامت رہے گا اور ہم سب بھی سلامت رہیں گے اور بادشاہ کے تئیں ہماری ذمہ داری بھی پوری ہوگی۔

انھوں نے ایسا ہی کیا اور اونٹ نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا۔اس کے بعد وہ شیر کے پاس چلے گئے، کوے نے شروعات کی اور کہا: اے بادشاہ، بے شک آج تو ایسی چیز کا محتاج ہے جو تمہاری حالت درست کر سکے اور ہمارا سب سے زیادہ حق بنتا ہے کہ ہم اپنے نفسوں کو تمہارے لیے پیش کر دیں۔کیونکہ ہم تمہاری وجہ سے ہی زندہ ہیں اور تمہاری وجہ سے ہی ہم اپنی اولاد کی زندگی کی امید کر سکتے ہیں۔اگر تو ہلاک ہو گیا، تو ہم میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور نہ ہی ہماری زندگی میں کوئی خیر باقی رہ سکتا ہے۔لہذا مجھے خوشی ہوگی اگر آپ مجھے کھاؤگے۔اس پر بھیڑیا، جنگلی کتا اور اونٹ نے جواب دیا اور کہا: خاموش ہو جاؤ۔تمھیں کھانے سے شیر کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔اس کے بعد جنگلی کتے نے کہا: میں بادشاہ کا پیٹ بھر سکتا ہوں۔بھیڑیے، اونٹ اور کوے نے (جنگلی کتے کو) جواب دیا: تو غلیظ پیٹ والا، بدبودار اور مردار گوشت والا ہے۔ہمیں ڈر ہے کہ اگر بادشاہ نے تمھیں کھایا تو کہیں تمہارے گوشت کی غلاظت اس کی جان نہ لے لے۔اس کے بعد بھیڑیے نے کہا: مگر میں ایسا نہیں ہوں، لہذا بادشاہ مجھے کھائے۔(بھیڑیے کو) کوے، جنگلی کتے اور اونٹ نے جواب دیا: اگر کوئی خودکشی کرنا چاہتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ بھیڑیے کا گوشت کھائے کیونکہ اس کو کھانے کے بعد سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔اونٹ کو یہ گمان ہوا کہ وہ بھی بادشاہ کے سامنے اپنے نفس کو پیش کرے گا تو یہ لوگ اس کے بچ نکلنے کا بھی راستہ نکالیں لے جیسے انھوں نے اپنے آپ کو بچایا اور اس طرح وہ بھی صحیح سلامت رہے گا اور شیر بھی اس سے راضی رہے گا۔پس اونٹ نے کہا: اے بادشاہ میرا گوشت اچھا اور میٹھا ہے اور اس سے بادشاہ کا بیٹ بھی بھرے گا۔بھیڑیے، کوے اور جنگلی کتے نے کہا: تو نے بالکل سچ کہا اور بادشاہ کی عزت کی اور وہی کہا جو ہم جانتے تھے۔اس کے بعد وہ سب اونٹ پھر جھپٹ پڑے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

الأيّام

لیکن وہ نہیں جانتا ہے کہ اس نے قرآن کیسے حفظ کیا، نہ اس کو یاد ہے کب شروع کیا اور کب دہرایا۔ اگر اس کو اپنی درسگاہ کی زندگی میں سے کچھ یاد ہے تو بہت سارے ایسے مواقع جن میں سے کچھ اس کو اس وقت ہنساتے ہیں اور کچھ غمگین کر رہے ہیں۔ اس کو وہ وقت یاد آتا ہے جب وہ اپنے کسی بھائی کے کندھے پر سوار ہو کر درسگاہ کی طرف جاتا تھا، کیونکہ درسگاہ بہت دور تھا اور اتنی دوری پیدل طے کرنے کے لیے وہ بہت کمزور تھا۔ اس کو یہ بھی یاد نہیں کہ کب اس نے خود چلنا شروع کیا اور ایک دن چاشت کے وقت اپنے آپ کو ہمارے استاد کے سامنے بیٹھا ہوا دیکھتا ہے اور اس کے اردگرد جوتوں کا ایک ہجوم تھا جن میں سے بعض کے ساتھ وہ کھیل رہا تھا۔ اس کو اچھی طرح یاد ہے کہ ان جوتوں پر کس قدر پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ ہمارا استاد لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہوتا تھا جو نہ زیادہ اونچا تھا اور نہ زیادہ پست۔ اور درسگاہ کے دروازے کے دائیں جانب اس طرح رکھا گیا تھا کہ ہر اندر آنے والے کا گزر سب سے پہلے ہمارے استاد کے پاس سے ہوتا تھا۔ اور ہمارے استاد کی عادت تھی کہ جب بھی درسگاہ میں داخل ہوتا تھا تو پہلے اپنا گرم کورٹ باہر نکالتا تھا اور اس کو تکیے کی شکل میں لپیٹتا تھا اور اپنے دائیں جانب رکھتا تھا۔ اس کے بعد اپنا جوتا نکالتا تھا اور چارزانوں ہو کر تخت پر بیٹھتا تھا اور پھر اپنا سگار جلا کر بچوں کے نام پکارنا شروع کرتا تھا۔ ہمارا استاد اپنے جوتے تب تک نہیں بدلتا تھا جب تک اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا تھا۔ وہ ان پر اوپر نیچے اور دائیں بائیں جانب پیوند لگواتا تھا۔ اور جب کبھی اس کا کوئی جوتا پھٹ جاتا تھا تو درسگاہ کے کسی بچے کو آواز دیتا تھا اور جوتا ہاتھ میں اٹھا کر اس بچے سے کہتا تھا: تم موچی کے پاس چلے جاؤ اور وہ نزدیک ہی ہے۔ پھر اس (موچی) سے کہنا: ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اس جوتے کو دائیں جانب سے مرمّت کی ضرورت ہے۔ دیکھو، کیا تمھیں نظر آتا ہے جہاں میں نے اپنی انگلی رکھی ہے۔ پھر موچی سے کہے گا: ہاں، میں یہ مرمّت کروں گا۔ پھر م اس سے کہنا: ہمارے استاد نے کہا ہے کہ تم پر لازم ہے کہ تم اس مرمت کے لیے مضبوط، موٹے اور نئے چمڑے کا انتخاب کرو۔ اور پیوند اتنی مہارت کے ساتھ لگاؤ کہ وہ نظر نہ آئے یا آسانی سے نظر نہ آئے۔ پھر وہ (موچی) تم سے کہے گا: میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر تم اس سے کہنا: ہمارے استاد نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ عرصۂ دراز سے تمہارے ہی گاہک ہے لہٰذا (اس مرمت کے لیے) مناسب اجرت کی مانگ کرنا، اور وہ چاہے کتنا بھی مانگے لیکن تم ایک قرش سے زیادہ مت دینا۔ اس کے بعد میرے پاس اتنی دیر میں واپس آنا جتنی دیر میں میں ایک بار اپنی آنکھیں بند کروں اور کھولوں (پلک جھپکتے ہی)۔ اب یہ بچہ چل دیا اور ہمارا استاد اس سے غافل ہو گیا اور جب وہ واپس آیا تب تک ہمارے استاد نے ہزاروں بار اپنی پلکل جھپکی تھی۔

ہمارے استاد کو یہ استطاعت تھی کہ وہ بغیر کچھ دیکھے اپنی آنکھیں کھول سکتا تھا اور بند کر سکتا تھا، کیونکہ وہ اندھا تھا سوائے یہ کہ روشنی کی ایک ہلکی سی کرن اس کی ایک آنکھ میں موجود تھی، جس سے اس کو صرف سایے نظر آتے تھے لیکن ان کو پہچاننا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن وہ شخص اس ہلکی سی کرن پھر بھی بہت خوش تھا اور اپنے آپ کو روشنی والا تصور کرتا تھا۔ لیکن جب بھی راستے میں درسگاہ کی طرف یا گھر کی طرف چلتا تھا تو اپنے دو شاگردوں کا سہارا لینے میں بھی نہیں شرماتا تھا۔ وہ اپنے دونوں

بازوان کے کندھوں پر پھیلاتا تھا اور یہ تینوں راستے میں اس طرح چلتے تھے جیسے کہ اس راستے کو چلنے والوں سے چھننا چاہتے ہوں اور یہاں تک کہ وہ چلنے والے راستے کو ان کے لیے کھلا چھوڑتے تھے۔

ہمارے استاد کے صبح و شام چلنے کا یہ منظر بڑا ہی عجیب ہوتا تھا۔ چونکہ ہمارے استاد بڑا موٹا اور فربہ تھا اور اسکا گرم کورٹ اس کے موٹاپے میں اور اضافہ کرتا تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا کہ وہ اپنے دونوں بازو اپنے شاگردوں کے کندھوں پر پھیلاتا تھا اور وہ تینوں راستے میں اکٹھے چلتے تھے۔ اور وہ تینوں زمین پٹخ پٹخ کے چلتے تھے اور ہمارے استاد اس کام کے لیے اپنے شاگردوں میں سے اچھی اور میٹھی آواز والے شاگردوں کا انتخاب کرتا تھا کیونکہ ہمارے استاد کو موسیقی سے لگاؤ تھا اور اپنے شاگردوں کو بھی موسیقی سکھانا چاہتا تھا اور اس سبق کے لیے راستے کا انتخاب کرتا تھا۔ پس وہ گاتا تھا اور اس کے دو ساتھی اس کا ساتھ دیتے تھے اور کبھی وہ خالی سنتے تھے، یا ان دو میں سے کوئی گانا شروع کرتا تھا اور ہمارے استاد اور دوسرا ساتھی ساتھ دیتے تھے۔ اور ہمارے استاد صرف اپنی آواز سے ہی نہیں گاتا تھا بلکہ اپنے سر اور بدن سے بھی گاتا تھا۔ پس گانے کے دوران اس کا سر اوپر نیچے اور دائیں بائیں مڑتا تھا۔ اور ہمارا استاد اپنے ہاتھوں سے بھی گاتا تھا۔ پس وہ اپنے ساتھی کے سینے پر اپنی انگلیوں سے سُر لگاتا تھا اور جب کبھی ہمارے استاد کو کوئی قطعہ (مصرعہ) اچھا لگتا تھا اور اس کو لگتا تھا کہ چلتے چلتے اس مصرعے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو وہ رُک جاتا تھا جب تک کہ اس مصرعے کو پورا کرتا تھا۔ اور اس سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے استاد کو لگتا تھا کہ اس کی آواز بہت خوبصورت ہے۔ اس کو یہ گمان بھی نہیں تھا کہ شاید ہی اللہ نے اس سے زیادہ بدصورت آواز پیدا کی ہو اور ہمارے استاد نے شاید اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں پڑا تھا ''بے شک سب سے بدترین آواز گدھے کی آواز ہے''۔ ہمارے استاد کا نام لیجیے اور وہ قصیدہ بردہ کے کچھ اشعار گا رہا ہے راستے میں ظہر کی نماز کے لیے جامع کی طرف جاتے وقت یا درسگاہ سے فارغ ہو کر گھر کی طرف جاتے وقت۔

منيّتان

دو موتیں/دو آرزوئیں

رات کی خاموشی میں ایک سوئے ہوئے شہر میں اللہ کی طرف سے موت اتری اور شہر کی سب سے اونچی جگہ پر ٹھہر گئی اور اس نے اپنی روشن آنکھوں سے گھروں کے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اور اس نے روحوں کو یکھا کہ وہ خوابوں کے پروں پر سوار تھے اور جسموں کو دیکھا کہ وہ نیند کے یہاں غلام بنے بیٹھے تھے۔

جوں ہی چاند شفق کے پیچھے چھپ گیا اور شہر نے اندھیرے کا نقاب پہن لیا، موت آہستہ قدموں کے ساتھ گھروں کے درمیان چلنے لگی یہاں تک کہ وہ ایک طاقتور اور مالدار شخص کے محل کے پاس پہنچی۔ موت اندر داخل ہوئی اور اسے کسی روکاوٹ نے نہیں روکا۔ موت اس آدمی کے پلنگ کے پاس ٹھہر گئی پھر اس کے ماتھے کو چھوا تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا۔ جوں ہی اس نے موت کو اپنے سامنے دیکھا تو اس نے ایک ایسی آواز کے ساتھ چلایا جس میں خوف اور غصّے کے عوامل شامل تھے اور

اس نے کہا: اے خوفناک خواب مجھ سے دور ہو جا۔ اے بُرے خیال دور ہو جا۔ اے چور تم اندر داخل کیسے ہوئے اور تم کیا چاہتے ہو۔ چلے جاؤ میں اس گھر کا مالک ہوں۔ چلے جاؤ ورنہ میں اپنے غلام اور چوکیدار کو بلاؤں گا اور وہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

اسی دوران موت اس کے قریب آئی اور بجلی کی طرف کڑ کنے والی آواز میں کہا: خبردار ہو جا، میں ہی موت ہوں۔ اس خوشحال اور مالدار شخص نے کہا: تم اس وقت مجھ سے کیا چاہتے ہو اور کس چیز کی طلب ہے؟ تم کیوں آئے ہو جبکہ میرے بہت سارے کام ابھی پورے نہیں ہوئے ہیں۔ مجھ جیسے طاقتور لوگوں کے پاس تمہارے کیا کام ہے۔ تم بیماروں کے پاس چلے جاؤ۔ مجھ سے دور ہو جاؤ اور مجھے اپنے خونخوار ناخن اور سانپ کی طرح بکھرے ہوئے بال مت دکھاؤ۔ چلے جاؤ کیونکہ تمہارے خوفناک پر اور بوسیدہ جسم دیکھ کر میری نظر تنگ آ گئی۔ پھر تھوڑی پریشان کن خاموشی کے بعد اس نے کہا: نہیں اے مہربان موت جو کچھ میں نے کہا اس پر دھیان مت دو۔ کبھی کبھی خوف کی وجہ سے آدمی کے منہ سے وہ بات نکلتی ہے جو دل کہنا نہیں چاہتا۔ تم میرے سونے میں سے جتنا چاہو لے جاؤ یا میرے غلاموں کے روح قبض کر لو لیکن مجھے چھوڑ دو۔ اے موت میرا زندگی کے ساتھ ابھی بہت حساب باقی ہے اور لوگوں کے پاس میرا بہت سارا مال پڑا ہے۔ سمندر کی موجوں کے درمیان میری کشتیاں ہیں جو ابھی ساحل کو نہیں پہنچی ہیں اور زمین کے اندر میرا بہت سارا غلّہ ہے جو ابھی اُگا نہیں ہے۔ ان سب میں سے جو چاہو وہ لے لو لیکن مجھے چھوڑ دو۔ میری کنیزیں ہیں جو صبح کی روشنی کی طرف خوبصورت ہیں، ان میں سے جس کو چاہو لے لو۔ اے موت سنو: میرا اکلوتا بیٹا ہے جو میری تمام امیدوں کا مرکز ہے تم اس کو لے لو لیکن مجھے چھوڑ دو۔ جو چاہو لے لو۔ سب کچھ لے لو لیکن مجھے چھوڑ دو۔ اسی دوران موت نے اپنا ہاتھ اس خوشحال زندگی کے غلام کے منہ پر رکھا اور اس کی حقیقت کو قبض کر کے اسے ہوا کے حوالے کر دیا۔

اب موت غریب اور کمزور لوگوں کی بستی میں چلنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ ایک حقیر گھر کے پاس پہنچی اور ایک پلنگ کے نزدیک ٹھہر گئی جس پر ایک نوجوان تھا۔ تھوڑی دیر اس کے پرسکون چہرے پر غور کرنے کے بعد موت نے اس کی آنکھوں کو چھوا تو وہ بیدار ہوا۔ جوں ہی اس نوجوان نے موت کو اپنے پاس کھڑا دیکھا تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنی بازوں کو اس کی طرف پھیلایا اور ایک شوق اور محبت بھری آواز میں کہا: اے خوبصورت موت، میرے نفس کو قبول کر، اے میرے خوابوں کی حقیقت اور میری امیدوں کے مرکز۔ مجھے اپنے ساتھ ملا لو، اے میرے نفس کے پیارے بے شک تم مہربان ہو، مجھے یہاں چھوڑ کر مت جاؤ۔ تم خداؤں کے بھیجے ہوئے پیمبر ہو۔ تم ہی اصل حقیقت ہو مجھ سے دور مت ہو جاؤ۔ میں نے تمھیں کتنا تلاش کیا لیکن تم کو نہیں پایا۔ تم کو کتنی بار آواز دی لیکن تم نے نہیں سنا۔ اب جب تم نے میری آواز سنی ہے تو میری محبت کے بدلے مجھ سے نظریں مت پھیرو۔ مجھے اپنے گلے لگاؤ اے میری پیاری موت۔

اسی دوران موت نے اپنی میٹھی انگلیوں کو اس نوجوان کے ہونٹوں پر رکھا اور اس کی حقیقت کو قبض کر کے اپنے پروں کے نیچے رکھا۔

جوں ہی موت آسمان میں اُڑنے لگی، اس نے اس دنیا کی طرف نظر دوڑائی اور ہوا میں یہ الفاظ پھونک دئے "بے شک ہیشگی کی طرف وہی لوٹ کر آتا ہے جو وہیں سے آیا ہو"۔

البعوض والانسان

مچھر اور انسان

کل رات میں اپنے اپنے بستر میں تکیہ پر لیٹا اور قلم کو اپنی انگلیوں کے درمیان لٹکایا اور موضوع کے بارے میں سوچنا شروع کیا جو مجھے لکھنے کے لیے پسند آیا تھا۔ اور یہ میری عادت ہے جس کو میرے بہت سارے دوست اور رشتہ دار جانتے ہیں کہ میں دن کی روشنی میں لکھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا اور نہ ہی مجھے پسند ہیکہ میں اپنے کاغذ پر ایک حرف بھی لکھوں تب تک جب تک نہ میں اپنے اوڑھنے اور بچھونے کے درمیان ہوں۔

ابھی میں نے موضوع کے بارے میں سوچنا ختم نہیں کیا تھا کہ مجھے اپنے کان میں مچھر کی بھنبھناہٹ محسوس ہوئی پھر مجھے اپنے ہاتھ پر اس کی ڈھنک محسوس ہوئی تو میرے ذہن سے وہ سب کچھ بکھر گیا جو جمع ہوا تھا اور میں اپنی ہمت کو بٹورنے لگا جو بکھری پڑی تھی اور مجھے کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آیا سوائے یہ کہ میں قلم ہاتھ سے چھوڑ دوں اور اس بوجھل مہمان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤں۔

میں نے اس کو مورچھل سے بھگانے کی کوشش کی لیکن مجھے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا کیونکہ وہ اڑنے میں میرے بھگانے کے مقابلے میں زیادہ تیز ہے۔ میں نے کھڑکیاں کھولیں تا کہ ان کو بھگاؤں جو اندر آئے تھے لیکن وہاں سے وہ بھی اندر آئے جو باہر تھے۔ میں نے ان کو قتل کرنے کی کوشش کی تو ان کو بکھرا ہوا پایا اور اگر وہ ایک ہی جگہ جمع بھی ہوتے تو پھر بھی ان کی پوری نسل کو ایک ہی وار میں ختم نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی قوم نہیں دیکھی جن کا بکھرا ہوا ہونا ان کے لیے فائدہ مند ہو اور ان کا جمع ہونا ان کے لیے نقصان دہ ہو سوائے مچھر کی قوم کے۔ پس یہ انسان کتنا کمزور ہے اور اس کی عقل طاقت کے غرور میں اور اپنے نفس پر اعتماد میں کتنی گمراہ ہے اور اس کا یہ سوچنا کہ شاید اس کائنات کی لگام اس کے ہاتھوں میں ہے، جیسے چاہے موڑے اور جیسے چاہے چلائے۔

مچھر نے مجھے بہت تنگ کیا اور لہٰذا میں نے صبر کے پہلو میں جا کر پناہ لی۔ اور صبر، جیسا کہ ہمارے صبر کرنے والے بھائی جانتے ہیں عاجز کی دلیل اور کمزور کا بہانہ ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کاش کہ یہ مچھر سمجھتا جو میں کہنا چاہتا ہوں تو میں اس کو اپنا سارا قصہ سناتا اور اپنی مجبوری بتاتا اور اس سے کہتا کہ مجھے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دے دے جس میں میں اپنا مقالہ پورا کر سکوں۔ اس کے بعد اس کو میرے پورے جسم اور خون پر آزادی ہوگی، جہاں چاہے بیٹھے اور جتنا چاہے چوسے۔ لیکن افسوس کہ وہ میری شکایت نہیں سن سکتا اور نہ میری حالت پر ترس کھا سکتا ہے اور نہ ہی رحم اور مروّت کی قیمت جانتا ہے کیونکہ وہ انسان نہیں ہے۔

مجھے لگتا ہے کہ مچھر کی ڈھنک نے میری فہم وفراست کو ختم کیا اور میں نے ایک بخار زدہ شخص کی طرح بھڑ بھڑانا شروع کیا۔ کیا لازمی ہے کہ اگر مچھر سچ مچ انسان ہوتا اور رحم اور مروّت کی قیمت جانتا تو وہ میری شکایت سنتا اور میری حالت پر ترس کھاتا۔ انسان کب مچھر سے زیادہ بہتر تھا اور اس کا دل کب زیادہ رحم والا تھا اور اس کا مقصد کب زیادہ بلند تھا جو میں تمنا کررہا ہوں کہ کاش مچھر انسا ہوتا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس کو میں مچھر تصور کررہا ہوں وہ انسان ہی ہے جس نے صرف مچھر کا لباس پہنا ہے اور میرے سامنے ایک چھوٹا سا جسم اور باریک پر لے کر موجود ہے۔ اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں اگر میں اس کو لباس تصور کررہا ہوں تب تک جب تک مچھر اور انسان برابر ہیں بُرائی کی محبت میں اور دوسروں کو تکلیف دینے کی طرف مائل ہونے میں۔ کیا قیمت ہے اس خون کی جو مچھر مل جل کر انسان کے جسم سے چوستے ہیں اس خون کی نسبت جو ایک قاتل اکیلا ہی مقتول کے جسم سے بہاتا ہے۔

مچھر جسم سے خون چوسنے میں قاتل کی نسبت کم نقصان دہ ہے اور اس کا مقصد زیادہ بلند اور خوبصورت ہے کیونکہ مچھر اگر جسم کو تکلیف دیتا ہے لیکن زندگی کو باقی رکھتا ہے اور ایسا کر کے وہ اپنے لیے زندگی ڈھونڈتا ہے۔ اور یہ اس کے زندہ رہنے کا قدرتی طریقہ ہے جس کے بغیر کوئی دوسرا راستہ اس کو معلوم نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کو استطاعت ہے کہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے۔ اگر اس کو استطاعت ہوتی تو ضرور اپنے آپ کو انسان جیسا بننے سے روکتا جو انسان برائی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نقصان کی عبادت کرتا ہے۔

میں نے انسان اور مچھر کے درمیان بہت سارے صفات میں قریبی مشابہت پائی۔ میں چند ایک کا ذکر آپ کے سامنے کرتا ہوں اور باقی آپ کی عقلمندی پر چھوڑتا ہوں۔

مچھر اپنی استطاعت سے کہیں زیادہ خون چوستا ہے پس وہ پیتا ہی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ پہلے بھر جاتا ہے اور پھر پھٹ جاتا ہے۔ لہٰذا وہ موت کے راستے سے اپنے لیے زندگی تلاش کرتا ہے۔ اور اپنی کوئی ہوئی نجات کو ہلاکت کی پوشیدہ جگہوں میں ڈھونڈتا ہے اور اس کی یہ صفت شراب پینے والے کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے جو پہلا گلاس اس لیے پیتا ہے کیونکہ اس گلاس میں اسے اپنی خوشی اور سعادت نظر آتی ہے، پھر پہلا گلاس دوسرے میں بدلتا ہے اور دوسرا گلاس تیسرے میں۔ یہاں تک کہ لگاتار پیتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ شرب اس پینے والے کو ضائع کردیتی ہے اور اسے ایسے راستے پر لا کر کھڑا کرتی ہے جہاں سے اس کا گمان یہ تھا کہ شاید اس کی خوشی اور اس کا سرور اس کو واپس ملے گا۔

زندگی ڈھونڈنے میں مچھر کا طریقۂ کار بُرا ہے کیونکہ وہ جسم پر تب تک نہیں بیٹھتا جب تک نہ وہ شور اور بھنبھناہٹ کے ذریعے اپنے آنے کی خبر دے۔ پس وہ شخص پہلے ہی اپنے بچاؤ کرتا ہے اور مچھر کو اپنے مقصد سے دور کرتا ہے یا اس کو پہلے ہی قتل کرتا ہے۔ مچھر کا یہ طریقۂ کار مصر کے سیاسی اغراض ڈھونڈنے والوں کے ساتھ ملتا ہے جو اپنے لیے اور اپنی قوم کیلیے فائدہ بخش مقاصد بنا لیتے ہیں لیکن ان کو پوشیدہ رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ ان کو شور وغوغا کے بغیر اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا اور نہ ہی وہ نظم وضبط کے ساتھ ان مقاصد تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ مشرق ومغرب میں

ان کے مقاصد کی خبر پھیل جاتی ہے۔اور ہر چھوٹا بڑا اس کا گواہ بن جاتا ہے۔اور اس طرح ان کے دشمنوں کو بھی ان کے مقاصد کی خبر لگ جاتی ہے اور وہ چوری چھپے ان کے مقاصد کو خراب کرنے کی تیاری کر لیتے ہیں۔مچھر بیٹھنے میں ہلکا ہے اور ڈھنک مارنے میں بہت ہی بوجھل ہے اس کی یہ خصلت اس دوست سے ملتی ہے جس کا چہرہ آپ کو خوشی دیتا ہے اور جس کا اندرون آپ کے ساتھ برائی کرتا ہے۔وہ دوست آپ کے ساتھ مسکراتے ہوئے ملتا ہے اور اس کی اس مسکراہٹ میں صاف پانی کی مٹھاس اور جادوئی خوبصورتی ہوتی ہے،لیکن اس کے پہلوؤں میں دل کی جگہ پتھر ہوتا ہے جس میں نہ تو محبت کی کرنیں اُتر سکتی ہیں اور نہ ہی وفاداری کا پانی سرایت کر سکتا ہے۔وہ تم سے کہتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تا کہ تمہارے دل پر غلبہ حاصل کر سکے اور تمہارے نفس کا مالک بنے۔اگر وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوا تو تمہارے مال ہڑپ لے گا اگر تم مال والے ہوئے اور تمہاری عزت اور پہنچ سے فائدہ اٹھائے گا اگر تم عزت والے ہوئے۔اور اگر تم نہ یہ ہوئے اور نہ وہ تو تمھیں ایسے راستے پر چلائے گا جس پر چل کر تمہاری عزت داغدار ہو جائے گی۔وہ شخص ایسے موقع کو چھوڑ سکتا ہے جس سے اس کے پیٹ کی بھوک مٹ سکے لیکن کسی کے ساتھ برائی کرنے کا موقعہ کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔

مچھر لگاتار مجھ پر حملہ کر رہا ہے اور میں لگاتار ایک حرف لکھنے سے بھی عاجز ہوں۔والسلام

خطبة أبو بكر عند ما بُويع بالخلافة

حضرت ابو بکرؓ کا خطبۂ خلافت

اے لوگو! مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے اور میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک نہ میں اس کا حق دلا دوں۔اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک نہ اس سے دوسروں کا حق وصول کروں۔تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد ترک نہ کرے کیونکہ کوئی قوم جہاد ترک نہیں کرتی کہ اللہ ان پر ذلّت مسلّط کر دیتا ہے۔اور کسی قوم میں بے حیائی نہیں پھیلتی کہ اللہ ان کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔اور میں خود (اسلام کا) تابع ہوں اور کوئی نئی بات کہنے کا اختیار نہیں رکھتا۔اگر میں صحیح راستے پر رہا تو میری اتباع کرنا اور اگر میں ٹیڑھا ہو گیا تو مجھے سیدھا کرنا۔تم آتے جاتے رہتے ہو اس وقت مقررہ کی طرف جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔اگر تمھیں استطاعت ہے کہ یہ وقت مقررہ اس حال میں گزرے کہ تم عملِ صالح میں ہو تو ایسا ہی کرو۔بے شک اللہ صرف ان ہی اعمال کو قبول کرتا ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے کئے گئے ہوں۔اس کی خوشنودی کو حاصل کرو اپنے اعمال کے ذریع سے۔اور بے شک جو تم خالص اللہ کے لیے اعمال کرتے ہو وہ ہی فرمانبرداری ہے جسے تم ادا کرتے ہو اور یہی تمہاری خوش نصیبی ہے جسے تم حاصل کرتے ہو اور زندگی کا فدیہ جو تم ادا کرتے ہو۔اور یہی وہ چیزیں ہیں جنھیں تم زندگی کے ان فنا ہونے والے دنوں میں سے ان باقی رہنے والے دنوں کی طرف بھیجتے ہو اس محتاجی اور لاچاری کے وقت کام آنے کے لیے (آخرت کے لیے)۔

اللہ کے بندو! عبرت حاصل کرو اُن سے جو تم سے پہلے مر چکے ہیں اور ان کے بارے میں غور و فکر کرو جو تم سے پہلے